Sociology & Cultural Research Review (SCRR)
Available Online: https://scrrjournal.com
Print ISSN: 3007-3103 Online ISSN: 3007-3111
Platform & Workflow by: Open Journal Systems
https://doi.org/10.5281/zenodo.17150956

”بکھرتی دنیا“ و ” اُداس نسلیں“کانو آبادیاتی وتناظرتی مطالعہ

Muhammad Dilruba
PhD Scholar, Department of Urdu & Iqbaliat, The Islamia University of Bahawalpur, Bahawalpur
dilruba.khan@iub.edu.pk
Prof. Dr. Syed Amir Sohail
Dean, Faculty of Arts & Languages, The Islamia University of Bahawalpur, Bahawalpur
amir.sohail@iub.edu.pk

ABSTRACT

Within the framework of historical criticism, it is acknowledged that while numerous elements come into play, it remains essential to consider the historical, political, social, economic, and cultural context of the age to which a literary work belongs. The study of colonialism, therefore, can only be meaningfully undertaken by keeping all these factors in view. Chinua Achebe's Things Fall Apart and Abdullah Hussain's Udaas Naslain serve as powerful testimonies to the excesses and exploitations of imperialism. In this reading, a critical and research-oriented analysis of both novels is presented with particular attention to colonial elements and narrative techniques. The central aim of this study is to highlight how the construction of characters, their psychologies, and the collective condition of society reflected the distinctive hues of the colonial era on the socio-cultural canvas.

Keywords: *Colonialism, Imperialism, Historical criticism, Things Fall Apart (Bikharti Dunya), Udas Nasleen, Abdullah Hussain.*

ملخص:

تاریخی تنقید کے دائرۂ کار میں یہ بات تسلیم کی جاتی ہے کہ اگرچہ بے شمار عوامل کسی فن پارے کے مطالعے میں شامل ہوتے ہیں تاہم اُس عہد کے تاریخی، سیاسی، سماجی، معاشی اور ثقافتی پس منظر کو پیشِ نظر رکھنا نہایت ضروری ہے جس عہد سے وہ ادبی تخلیق تعلق رکھتی ہے۔ چنانچہ نو آبادیات کا مطالعہ بھی اُسی وقت با معنی اور ثمر آور ہو سکتا ہے جب ان تمام پہلوؤں کو سامنے رکھا جاوے۔ چینوا اچیبے کا ”تھنگز فال اپارٹ“ اور عبد اللہ حسین کا ”اداس نسلیں“، سامراج کی چیرہ دستیوں اور استحصال کے خلاف بھرپور شہادت کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ زیرِ نظر مطالعے میں دونوں ناولوں کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے جس میں خصوصاً نو آبادیاتی عناصر اور بیانیہ تکنیکس پر توجہ دی گئی۔ اس تحقیق کا بنیادی مقصد یہ اجاگر کرنا ہے کہ کرداروں کی تشکیل پر اُن کی نفسیاتی حالت زار پہ نو آبادیاتی عہد کس طرح اثر انداز ہوتا ہے۔ اور معاشرے کی اجتماعی کیفیت کس طرح اُس عہدِ نو آبادیات کے سماجی و ثقافتی منظر نامے پر اپنے مخصوص رنگوں کے ساتھ منعکس ہوتی ہے۔

خاص الفاظ:

استعماریت / نو آبادیات، سامراج، تاریخی تنقید، بکھرتی دنیا، اُداس نسلیں، چنیوا اچیبے، عبد اللہ حسین

انسان، انسانی تاریخ سے ہی آزاد و مختیارِ کار رہے یہ کہنا ہی حَشوِ قبیح کے زمرے میں آئے گا۔ انسانی آبادکاری یا تہذیبِ انسانی اپنے مبادی رنگ میں ہی بہت سی دشواریوں اور پیچیدہ کاریوں کے ساتھ ڈھلتی و متشکل ہوتی رہی ہے۔ جبلتِ انسانی میں بقا کے بعد جس بھی رویے کی جانب نظر دوڑائیں وہ تزویراتی نوعیت کا ہی معلوم پڑے گا۔ اسی طرح قوانین، تہذیبی امور اور انتظام کار سب کے سب کسی سروشِ غیب کا پیغام نہیں بلکہ کسی ماہر نرتکی کا پھیلایا ہوا دامِ تزویر ہے کہ جس سے مفر کسی کمزور و اقتدادی کے لیے ممکن نہیں۔ طاقتور کو کسی شیے کی باک نہ کبھی تھی اور نہ ہی عہدِ موجود میں ہے۔ اسی شے کو اپنی فطرت ثانیہ یا سرشت بنا کر انسانوں کے ایک گروہ نے مکر و فریب سے دوسرے گروہ کو اپنا باجگزار، غلام و محکوم بنایا اور اس نظام کو مختلف نام دیے۔ کہیں پر یہ سامراجیت سے تعبیر ہوا تو کہیں پر اس کی تعبیر استعماریت کی صورت میں کی گئی۔ انگریزی میں سامراجیت کے لئے Imperialism اور استعماریت کے لیے Colonialisim کی اصطلاحات برتی جاتی ہیں۔ لفظ Colonialisim کی تعریف آکسفورڈ ڈکشنری میں کچھ یوں کی گئی۔

> "The practice by which a powerfull country contrals other country or other countries".(۱)

اس تعریف کی خاص بات "تصرف" یا ایسا قبضہ کہ جس سے کسی بھی دوسرے خطے کو اپنے قابو میں رکھا جا سکے۔ یعنی براہ راست قبضے سے لے کر ذہنی، نفسیاتی اور معاشی تسلط کہ جس سے کسی بھی خطے کو قابو میں رکھتے ہوئے وہاں کے وسائل کا جس قدر ممکن ہو استعمال و استحصال کیا جاوے۔ جبکہ Imperialism یا سامراجیت کی تعریف کچھ یوں بیان کی گئی:

> "Imperialism (is) a policy of territorial expansion (empire building) often by means of military conquests derived from the word empire. (while) colonialism is the policy of seeking to dominate the economic or political affairs of underdeveloped areas or weaker countries".(۲)

مذکورہ تعریف سے یوں دکھلائی دیتا ہے کہ سامراجیت کا مقصد فوجی فتوحات کے ذریعے سلطنت کا پھیلاؤ اور سلطنت کے استحکام کے لیے مقبوضہ علاقے کے وسائل کو بے رحمی سے لوٹا جائے۔ اب استعماریت اپنی پالیسیوں کے ذریعے جہاں استحصال کے در وا کرتے ہوئے سیاسی و سماجی معاملات میں دخیل ہے وہیں پہ سامراجیت کا مقصد براہ راست قابض ہو کر تمام تر نظام کو اپنے تسلط میں رکھنا ہے. اینالومبا کے بقول:

> "Imperialism is the highest stage of colonialism". (۳)

جبکہ اس کی مزید توضیح جان میکلوڈ نے کچھ یوں کی ہے۔

> "Colonialism is only one form of practice one modality of control which results from the ideology of imperialism". (۴)

مذکورہ بالا دونوں تعاریف کے ضمن میں دیکھیں تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ استعماریت در حقیقت سامراجیت کے بطن سے پھوٹنے والی ایک شاخ ہے جبکہ سامراجیت براہ راست تسلط کی ایک شکل۔ معلوم ہوا کہ سامراجیت کی طرح استعماریت جسے اردو میں نو آبادیات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے کا بنیادی کام سامراجیت کی طرح مقبوضہ خطے کے وسائل کو لوٹنا اور نو آبادی کو محکوم و مجبور رکھنا کہ جس کے لیے جس بھی حد تک جانا پڑے جایا جائے۔ بد قسمتی سے انسانی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو سامراجیت و استعماریت کی مثالیں ہر تاریخی عہد کا حصہ رہی ہیں۔ ہندوستان و افریقہ بھی مغربی استعمار کے زیرِ نگیں رہے ہیں اور یہاں کی مجبور و محکوم عوام نے استعماریت کے تمام تر غیر انسانی حربے نہ صرف دیکھے بلکہ سہے۔ اسی دور کو اور اس کے بعد یعنی مابعد نو آبادیاتی عہد کو یہاں کی عام عوام کے ساتھ ساتھ ادیبوں اور قلمکاروں نے بھی اپنے اپنے انداز میں اظہار کا بنایا وسیلہ ۔ جس میں افریقی ادیب چینوا اچیبے اور پاکستانی ناول نگار عبد اللہ حسین کے نام نمایاں ہیں. اچیبے کا ناول "Things Fall Apart"، "Man of the People"اور"No longer at Ease" تمام میں موضوع اور کہانی کی بنت نو آبادیاتی ومابعد نو آبادیاتی عہد کو مد نظر رکھ کر کی گئی۔ اس طرح عبد اللہ حسین کے ناول "اداس نسلیں"، "نادار لوگ" اور "باگھ" کا موضوع بھی اچیبے کے ناولوں کی طرح سماج اور سماجی رنگوں کا اظہار نو آبادیاتی وما بعد نو آبادیاتی عہد کے تناظر میں ہے۔

دونوں ادباء کے ہاں نہ صرف سیاسی، سماجی، معاشی، معاشرتی پہلوؤں کی بھرپور عکاسی کی گئی بلکہ دونوں فرد و سماج کی نفسیات اور روایات واقدار کا اپنی کہانیوں میں بھرپور طریقے سے اظہار کرتے ہیں۔ مثلاً اچیبے اپنے ناولThings Fall Apart کہ جس کا اردو ترجمہ "بکھرتی دنیا" کے عنوان سے کیا گیا میں مقامی ثقافت اور دھرتی سے جڑی ہوئی روایات کا اظہار کچھ یوں کرتے ہیں۔

> "گوم، گوم، گوم گھڑیال بتارہا، طاقتور بانسری زور دار آواز میں بج اٹھی۔ اس کے بعد مکھوٹے پہننے والوں کے حلق سے ابھرتی ہوئے دہشتناک آوازیں آنے لگیں۔ جب ان آوازوں کی لہر بچوں اور عورتوں سے ٹکرائی تو ان میں بھگدڑ سی مچی اور وہ پلٹ کے بھاگے۔ لیکن یہ سب ایک لمحے کے لئے ہوا کیونکہ وہ پہلے ہی بہت دور کھڑے تھے اور مکھوٹے والوں سے کوئی اگر ادھر کا رخ کرتا بھی تو انہیں دوڑ جانے کی کافی گنجائش تھی۔
>
> ڈھول اور بانسری پھر سے بجنے لگے۔ اگ وگ ووگھر سے تھرتھراتی آوازوں کا طوفان سا اُٹھ رہا تھا۔ جونہی پرکھوں کی ارواح دھرتی سے ابھریں تو انہوں نے خود ہی اپنا خیر مقدم آریو اویم ڈی ڈی ڈی ڈائی کی خفیہ زبان میں کیا اور فضا ان آوازوں سے بھر گئی۔ "آگ وگ ووگھر" جس میں سے وہ ظاہر ہوئے، اس کا رخ مجمع سے دور جنگل کی طرف یوں تھا کہ لوگوں کو اس گھر کی صرف پشت دکھائی دیتی تھی جس پر خصوصی طور پر منتخب کردہ عورتیں ہی بات قاعدہ وقفوں کے بعد رنگا رنگ نقش و نگار بناتی

تھیں۔ ان عورتوں نے اس جھونپڑی کو اندر سے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ مردوں کی نگرانی میں اس کی بیرونی دیواروں کو رگڑ کر صاف کرنے کے بعد رنگ کرتیں۔ انہوں نے اگر اس بارے میں کبھی اندازہ بھی لگایا کہ اس کے اندر کیا ہے تو اس اندازے کو بھی اپنے تک محدود رکھتیں۔ کسی عورت نے بھی قبیلے کے اس سب سے خفیہ اور طاقتور طریق عبادت کے بارے میں سوالات نہیں پوچھے۔

آریواویم ڈی ڈی ڈی ڈائی کا غلغلہ اندھیری بند جھونپڑی کے ارد گرد آگ کی زبانوں کی مانند لپک رہا تھا۔ قبیلے کے بزرگوں کی ارواح ہر سمت ہر رخ پھیلی تھی۔ اب دھات کا گھنٹہ مستقل بجے جا رہا تھا اور بانسری کی زوردار تیکھی آواز اس بے ہنگم ابتری پر تیر رہی تھی۔ اس کے بعد اگ وگ وظاہر ہوا۔ عورتوں اور بچوں کا شور بلند ہوا اور وہ بھاگ لئے۔ یہ ایک فطری عمل تھا۔ ایک عورت تو اسی وقت بھاگ گئی تھی جب پہلا اگ وگ وظاہر ہوا تھا۔ اس روز قبیلے کی طاقتور ترین مکھوٹے پوش ارواح میں سے جب نو اکھٹی باہر ظاہر ہوئیں تو یہ ایک دہلا دینے والا منظر تھا۔ حتیٰ کہ مگ بافو نے بھی بھاگ جانے کی کوشش کی جسے اس کے بھائیوں نے بڑھ کر روکا۔"(۵)

مقامی رنگوں اور مقامی قبائلی تہذیب کو نو آباد کار نے کس طرح اپنے استحصالی مقصد کے لیے ہلا کر رکھ دیا ناول میں اس کا اظہار بھی اچیبے نے نہایت احسن طریقے سے کیا ہے اس کے نزدیک نو آباد کار مذہب و امن کا داعی و پیامبر بن کر آیا اور اس نے آہستہ آہستہ مقامی لوگوں پر اپنے نو آبادیاتی حربوں سے مکمل حکومت قائم کر لی اور ساتھ ہی ساتھ اُن سے اُن کی آزادی زبان، روایات یہاں تک کہ اُن کے آبا کی تہذیب تک چھین لی اور جو سلوک مقامی لوگوں کے ساتھ نئے نظام کے نام پہ روا رکھا گیا اس کی تصویر اچیبے کچھ یوں پیش کرتے ہیں:

"سفید فام لوگ گرجا کے علاوہ حکومت بھی اپنے ساتھ لے کے آئے تھے۔ انہوں نے ایک عدالت تعمیر کی جس میں ڈسٹرکٹ کمشنر اپنی عدم واقفیت کے باوجود مقدمات کے فیصلے کرتا۔ اس کے پاس عدالت کے پیغامبر تھے جو لوگوں کو محبوس کر کے اس کے پاس فیصلہ کے لئے پیش کرتے۔ زیادہ تر پیغامبر بڑے دریا کے کنارے واقع یومیورد کے رہنے والے تھے جہاں یہ بہت برس پہلے سفید فام لوگ پہنچے تھے اور پھر وہاں پر انہوں نے اپنی تجارت، حکومت اور مذہب کا مرکز قائم کیا ان عدالتی پیغامبروں سے یومیوفیا میں بہت نفرت کی جاتی تھی کیونکہ ایک تو وہ غیر دیس کے رہنے والے تھے، دوسرے وہ مغرور اور ظالم بھی تھے۔ ان کی راکھ کی رنگ کی نیکروں کے باعث یوموفیا کے لوگ انہیں " کوتما" کہتے اس کے علاوہ انہیں ایک اضافی نام "راکھ جیسے کولہوں والے" کا بھی دیا گیا۔ جیل گورے آدمی کے بنائے ہوئے قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں سے بھری ہوئی تھی اور یہ ان کی چوکیداری کرتے۔ ان میں سے کچھ قیدیوں نے اپنے جڑواں بچے پھینک دیئے تھے اور کچھ نے عیسائیوں کو دق کیا تھا۔ کوتما قیدیوں کو مار پیٹ کرتے اور ہر صبح ان سے سرکاری احاطے کی صفائی اور کمشنر اور عدالتی پیغامبروں کیلئے لکڑی لانے کا کام لیتے۔ قیدی لقب یافتہ تھے جن سے ایسا گھٹیا کام نہیں لیا جانا چاہیے تھا۔ بیچارے اس بے عزتی پہ دکھی ہوتے اور اپنے کھیتوں کی خبر گیری نہ کر سکنے کا ماتم کرتے صبح کو جب وہ گھاس کاٹتے تو نوجوان اپنے تیغچوں کی ضربات کی لے پر یہ گیت گانے لگتے۔"(۶)

یعنی حیوانوں سے بھی بدتر سلوک مقامی لوگوں کے ساتھ روار کھا گیا اور اُن کے وسائل کو ہی لوٹ کھسوٹ کا شکار بنایا گیا۔ ناول کے آخر میں نو آبادیاتی سوچ درحقیقت پورے استعمار کی سوچ کی عکاسی کرتی ہے۔ جس میں کہ ایک مقامی سردار جو اسی گورے کے ناروا سلوک کی وجہ سے ایک قتل کرکے خود سوزی کر لیتا ہے اس پہ نو آبادکار کیا سوچتا ہے اسے اچیبے نے نو آبادیاتی ظالم اور درندہ صفت وحشیوں کے روپ میں جدت کے علمبرداروں کا پردہ کچھ یوں چاک کیا ہے۔

"بہتر جناب! پیادے نے سیلوٹ کرتے ہوئے کہا۔

تین، چار سپاہی ساتھ لیے کمشنر واپس لوٹ گیا۔ وہ متعدد سالوں سے افریقہ کے مختلف حصوں میں تہذیب پھیلانے کی کوشش کرتا رہا تھا اور اس اثنا میں اس سے بہت سی چیزیں سیکھی تھیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی کہ ڈسٹرکٹ کمشنر کو کبھی ایسے غیر معزز کام کے دوران موجود نہیں ہوتا چاہیے جیسا کہ لٹکتی لاش کا درخت سے اتارا جانا ایسے مواقع پر موجودگی سے مقامی لوگ اس کے بارے میں گھٹیا رائے قائم کر سکتے ہیں۔ وہ اپنی زیرِ تجویز کتاب میں اس نکتے پر خصوصی زور دے گا۔ عدالت کو پیدل واپس جاتے ہوئے وہ کتاب کے بارے میں سوچتا جا رہا تھا۔ ہر دن اسے کتاب کے لئے نیا مواد فراہم کرتا۔ اس آدمی کی کہانی جس نے عدالت کے پیغامبر کو مارنے کے بعد اپنے آپ کو پھانسی دے لی قاری کے لیے دلچسپی کا باعث ہو گی۔ کوئی لکھنا چاہے تو اس کے متعلق پورا باب لکھا سکتا ہے۔ شاید پورا باب تو نہیں البتہ ایک معقول پیراگراف تو بہر طور لکھا جا سکتا ہے۔ لیکن لکھنے کو تو بہت کچھ ہے اس لئے غیر ضروری تفصیلات سختی سے کاٹ دینی چاہئیں۔ اس نے کافی سوچ بچار کے بعد کتاب کا عنوان ابھی سے منتخب کر لیا تھا۔ "زیریں نائیجر کے قدیم قبائل کی تادیب۔""(۷)

غرض "بکھرتی دنیا" میں اچیبے نے نو آبادکاروں کی آمد سے قبل کے افریقی نظام کی تصویر کشی کی وہیں پر مذہب اور امن کے داعیان کے بہروپ میں آنے والے نو آبادکاروں کی بنا پر جو سماجی انتشار، استحصالی طریقہ کار اور فسادات بپا ہوئے کہ جس سے ہر شے بکھر کر رہ گئی کو اپنے زورِ قلم سے مکمل طور پر واضح کیا۔ ہندوستان کی حالتِ زار کا نوحہ عبداللہ حسین کے "اُداس نسلیں" میں غدر کے بعد کی صورتحال، سیاسی بے چینی، غلام اشرافیہ اور اس میں چند دھرتی سے محبت کرنے والوں کی جدوجہد جیسے تمام عناصر و عوامل پیش کرتے ہوئے نو آبادیاتی چیرہ دستیوں کو بھرپور طریقے سے واضح کیا۔ فرد کی نفسیاتی حالت اور سماج کی اجتماعی ابتری بھی ناول میں جابجا نظر آتی ہے۔

منتظر مہاروی کے نزدیک:

"تشدد، گھٹن، تشکیک، اکتاہٹ، بے چینی و بے راہ روی عبداللہ حسین کی فکشن کے کرداروں کے ساتھ عام قسم کے مسائل ہیں۔ عبداللہ حسین نے اس حقیقت پر سے پردہ اُٹھانے کی کوشش کی ہے کہ مشترکہ قومیت میں رہنے کی وجہ سے برصغیر کا مسلم معاشرہ بہت شکوک و شبہات اور بے یقینی کی بہت سی ناگہانی کیفیات کا شکار ہو گیا۔ ہندوستان بذاتِ خود بہت سی زبانوں، تہذیبوں اور ثقافتوں کا منبع تھا۔" (۸)

تشدد کی نفسیات ہی استعمار کی نفسیات ہے ناول میں ہر جگہ جہاں پر بھی نو آباد کار آقاؤں کا تذکرہ ملتا ہے وہاں خوف اور مرعوبیت کی فضا بھی ساتھ ساتھ نظر آتی ہے۔ انگریزوں کی آمد سے ۱۹۴۷ء تک جو نو آبادیاتی سلسلہ جاری تھا کو اگر دیکھنا ہو تو عبد اللہ حسین کے اس دل سوز اور وحشت ناک منظر سے نو آبادیاتی منظر نامے کو سمجھا جا سکتا ہے۔ اور اسی کو پورے ناول کا جوہر بھی کہا جائے تو مضائقہ نہ ہو گا:

"پھر وہ منظر شروع ہوا جو زندگی میں بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔ سارے باغ میں افراتفری پھیل گئی اور بھگدڑ مچی جو صاف پانی میں جال پھینکنے پر مچھلیوں میں مچتی ہے۔ لیکن پیچھا کرتی ہوئی گولیاں انسانوں سے بہت تیز بھاگتی ہیں بچو،.... ایک وہ شخص تھا جو میرے کندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے دوڑ رہا تھا، گولی لگنے پر ہوا میں اچھلا اور وہیں پر ٹنگ گیا، کیونکہ نیچے آنے سے پہلے چند اور گولیاں اس کے جسم میں داخل ہوئیں اور اس نے ہوا میں قلابازی کھائی، پھر اور گولیاں اور ایک اور قلابازی اور اس طرح جب سرکس کے مسخرے کی طرح کرتب دکھانے کے بعد وہ زمین پر آیا تو کب کا مر چکا تھا۔ اس کے چہرے پر وہی جوش و خروش تھا اور وہ بد شکل نہ ہوا تھا، کیونکہ اس نے موت دیکھی ہی نہ تھی۔ یہ عجیب و غریب موت تھی۔ دیکھتے دیکھتے اس کا جسم گرتی ہوئی لاشوں میں چھپ گیا۔ یہ سارا قصہ چند لمحے کا ہے۔ وہاں سے آندھی کی طرح بھاگتے ہوئے مجھے اپنی ٹوکری دکھائی دی جو گولیاں لگنے پر گیند کی طرح اچھل رہی تھی۔ پھر بھاگتے بھاگتے میں چیخ مار کر رک گیا۔ چند گز کے فاصلے پر وہ کنواں تھا۔ وہ خشک کنواں تم دیکھ رہے ہو؟ ہاں وہی۔ میرے ساتھ بھاگتے ہوئے زیادہ تر لوگ اس میں جا گرے۔ ان کے اوپر دوسری طرف سے آنے والے گرے۔ پھر اس میں ہر طرف سے آنے والے زندہ اور مردہ لوگ گرنے شروع ہوئے اور انسانوں کی چیخوں نے گولیوں کی آواز کو دبا دیا۔ میرے دیکھتے دیکھتے کنواں مردہ اور نیم مردہ لوگوں سے بھر گیا اور لوگ آسانی کے ساتھ اس پر سے دوڑتے ہوئے گزرنے لگے۔ گولیوں کی بوچھاڑ کے نیچے نیچے دوڑتا ہوا میں اس دیوار کے پاس سے گزرا جہاں میں اب بیٹھا ہوں۔ تم دیکھ رہے ہو بچو؟ اب یہاں پر کوئی نہیں ہے لیکن اس وقت اس ساری دیوار پر آدمی لٹکے ہوئے تھے۔ ان کی ٹانگیں دیوار سے اندر کی طرف تھیں اور سر اور بازو باہر کی طرف لٹک رہے تھے اور ان کے پیٹ دیوار پر تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو دیوار کو اس جگہ سے نیچا دیکھ کر پھاندنے کے لئے اوپر چڑھے اور گولیوں کی زد میں آ گئے اور اندر سے دیکھنے پر یوں معلوم ہوتے تھے جیسے دھوبی نے بے شمار پاجائے اور کوٹ اور پتلون سوکھنے کے لئے دھوپ میں پھیلا دیئے ہیں۔ تم نے دیوار میں یہ سوراخ دیکھے ہیں؟ آہ۔ تم جو یہ سب باتیں لوگوں سے پوچھتے پھرتے ہو کچھ تم کبھی یہ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ اس باغی شہر کو کتنی بڑی سزا ملی۔ آہ باہر نکلے ہوئے مجھے چند کتے دکھائی دیئے جو ایک مچھلی کو کھینچ رہے تھے۔ یہ وہ سفید اور چمکدار مچھلی تھی جو میں نے اس خیال سے الگ کر دی تھی کہ شاید کوئی گاہک مل جائے۔ اس وقت اس کے ایسے انوکھے گاہک دیکھ کر مجھے بڑی ہنسی آئی لیکن ہنسنے کا وقت نہ تھا اس لئے میں جان بچانے کی خاطر سر پر پاؤں رکھ کر وہاں سے بھاگ آیا۔"(۹)

مندرجہ بالا منظر نامہ ہی دراصل نو آبادیاتی ہندوستان کا حقیقی منظر نامہ رہا ہے کہ جس کو "اُداس نسلیں" میں کرداروں کی کشمکش اور دیگر تمام عناصر کے ساتھ ملا کر پیش کیا گیا۔ نو آبادکاروں نے ہندوستان میں کیا کیا اور مقامی افراد کا کیا حال ہوا اس کو عبد اللہ حسین نے اپنے ناول میں جس طرح سے پیش کیا ہے اس پہ سفیر حیدر کے نزدیک:

"یہ احساس بڑا واضح ہے کہ درندوں کی درندہ صفتی کی کوئی نہ کوئی حد متعین ہے لیکن انسانوں کی درندگی کی کوئی آخری منزل نہیں ہے۔ "اُداس نسلیں" میں اس انسانی وصف کو سؤروں کے شکار کے بیان میں جزئیات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ سوار سؤروں کے ریوڑ کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے۔ سؤر توقع سے پہلے ہی مل گئے سواروں نے سرعت سے پھیل کر نصف دائرہ بنتے ہوئے ان سیاہ فربہ طاقتور جانوروں کو اس سمت میں ہانکنا شروع کر دیا جدھر شکاری بیٹھے ہوئے تھے۔ انسانوں کی اس مہم جوئی نے سارے جنگل میں قیامت کا شور برپا کر دیا جس سے پرندے پھڑ پھڑا کر اُڑنے لگے اور بیچارے چھوٹے چھوٹے جنگلی جانوروں میں بھگدڑ مچ گئی۔" (۱۰)

یعنی ہندوستانی سماج کی عکاسی اپنے تمام تر اجزاء لیے عبداللہ حسین کے ناولوں میں نظر آتی ہے۔ دونوں ناول نو آبادیاتی منظر نامے کی جو عکاسی کرتے ہیں اس سے نو آبادیاتی استحصالی ہتھکنڈے مکمل طریقے سے عیاں ہوتے ہیں۔ بقول ڈیوڈ کارٹن:

"صنعتی ترقی کی وجہ سے ممالک جب اپنے قومی وسائل کی حدود سے تجاوز کرنے لگے تو انہیں جن چیزوں کی ضرورت تھی ان کے حصول کے لیے انھوں نے اپنی سرحدوں سے باہر ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیے اور عموماً غیر صنعتی ملکوں کے وسائل کی خاطر انھیں اپنی نو آبادیات بنا لیا۔ نا آبادی بنائے جانے والے ملکوں کے لیے تو اس کے نتائج تباہ کن تھے ہی لیکن کرۂ ارض کے نظام حیات پہ اس کے جو اثرات پڑے اس کی طرف بھی نو آبادیاں بنانے والوں نے کوئی توجہ نہیں دی"۔ (۱۱)

مذکورہ تعریف سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نو آبادیات کا مقصدِ کار ذاتی مفاد، لالچ، وسائل کی بے دریغ لوٹ اور نو آبادی کا ہر ممکنہ حد تک استحصال رہا ہے۔ عبداللہ حسین اور چینوا اچیبے نے اپنے ناولوں میں استعمار کی مذکورہ شکلِ قبیح پیش کی ہے۔ بقول عائشہ صدیقہ:

"اُداس نسلیں" کے آغاز میں ہی یہ جاگیر دارانہ نظام سر اٹھاتا ہوا نظر آتا ہے۔ جوں جوں ناول آگے بڑھتا ہے جاگیر دارانہ نظام بلکہ سامراجی طاقتیں اپنی تمام تر قباحتوں کے ساتھ دکھائی دیتی ہیں۔ یہ نظام عوام کے لیے دو طرفہ مظالم کا پیش خیمہ تھا کیونکہ اگر ایک طرف انگریز حکمران کی طرف سے لگائے گئے ٹیکس، لگان اور وصولیاں ان کے لیے بلائے جان تھیں تو دوسری طرف جاگیر داروں کی طرف سے نذرانے وصول کیے جاتے تھے۔ یہی صورت ہمیں پورے ناول میں نظر آتی ہے۔ جب کسان طبقہ پوری طرح مظلومیت کا شکار تھا شکارے ناگہانی آفات کے باوجود فصلوں کا پورا حصہ لگان میں دینا پڑ جاتا تھا۔"(۱۲)

جبکہ اچیبے بکھرتی دنیا میں یورپی استعمار کی چیرہ دستیوں کو عیاں کرتے ہوئے یہ واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں افریقی اقدار کسی بھی طرح معذرت خواہانہ نہیں ہیں نہ تھیں بلکہ یہ مقامی تہذیب کے ارتقائی رنگ تھے کہ جن کو مغربی سامراجیت و استعماریت نے ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ڈاکٹر شوچی اگروال کے بقول"

"Achebe کا مقصد نو آبادکاری سے قبل نائیجیریا کی ثقافت کی یورپی طرزِ زندگی پر برتری کا اظہار کرنا نہیں تھا۔ اس کا مقصد پے چیدہ افریقی طرز زندگی کی سچائی کی وضاحت اور اُس کے وجود کی حقیقت پر ٹھوس حقائق کو بیان کرنا تھا۔ Things Fall Apart میں Achebe واضح کرتا ہے

کہ وہ افریقی شناخت کے حوالے سے معذرت خواہانہ رویہ اختیار نہیں کرتا۔ مشنری اور نو آباد کاری منصوبے کی مخالفت کرتے ہوئےAchebe اس منصوبے کو نہ صرف "پاگل پن" قرار دے کر مذاق اور طنز کا نشانہ بناتا ہے بلکہ وہ اس کے تاریک تر اور مفسدانہ پہلوؤں کو بھی اُجاگر کرتا ہے۔ مشنریوں کو افریقی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مکمل طور پر تبدیل کر کے اُسے کسی حد تک یورپی رنگ میں رنگنے کے لیے افریقہ میں داخلے کی اجازت دی گئی۔ وہ قبائلی زندگی کو متحد رکھنے والی رسومات پر اپنی بے توجہی پر فخر کرتے ہیں۔ مزید براں مشنریوں نے قبیلے کے اندر بھی اختلافات کو ہوا دی۔"(۱۳)

الغرض افریقا ہو یا برصغیر سرکارِ انگلشیہ نے جو استحصالی حربے استعمال کیے ان کا اظہار افریقہ و برصغیر کے مذکورہ بالا دونوں ناولوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ جہاں پر مالی استحصال سے لے کر فرد کی شخصی آزادی و زبان تک کو مصلوب و اسفل بنا کر استعمار نے اپنی حاکمیت قائم رکھی۔

ایڈورڈ سعید کے بقول:

"نو آبادیاتی حکمران، مقامی باشندوں کے ماضی بعید سے دل چسپی یہ ثابت کرنے کے لیے ظاہر کرتے ہیں کہ ان کا کلچر مردہ ہے، وہ عناصر دنیا میں کلچر سے محروم ہیں۔ مقامی باشندوں میں یہ نفسیاتی ایقان پیدا کرنے کے بعد انھیں مہذب بنانے کا منصوبہ شروع کیا جاتا ہے۔" (۱۴)

تہذیب، روایات، رہن سہن، روزمرہ کے معاملات، زبان، ثقافت، وسائل کا چھن جانا، زندگی اور شناخت کی بنیادی علامات تک سے محرومی کا نوحہ "اداس نسلیں" اور "بکھرتی دنیا" کی صورت میں عبداللہ حسین اور اچیبے نے ناول کے پیراہن میں بھرپور طریقے سے پیش کیا ہے۔ یا یوں کہہ لیجیے کہ نو آبادیات و نو آبادیاتی عہد کے زندہ مرقعے مذکورہ بالا دونوں ناولوں میں پیش کیے گئے۔

حوالہ جات

۱. "Oxford Dictionary"; Oxford University Press; 7th edition, 2005; Pg: 293

۲ . Magstadt Thomas M; " Understanding Politics, Ideas, Institutions and Issues"; Wadsworth Cengage Learning; USA; Pg:218

۳. Ania Loomba; "Colonialisim/Post Colnialism"; Routledge Taylor and Francis group; 2nd edition, 2012; Pg: 11

۴. Jhon Mcleod; "Beginning Post Colonialism"; Manchester University Press, Manchester and New York; 2nd Edition, 2012; Pg: 9

۵۔ چینوا اچیبے؛ "بکھرتی دنیا"؛ مترجم اکرام اللہ؛ مشعل پبلشرز لاہور، ص:۷۸

۶۔ ایضاً ص ۱۴۶

۷۔ ایضاً ص ۱۷۴

۸۔ منتظر مہاروی ؛"جدید اردو فکشن اور عبد اللہ حسین"؛فکشن ہاوس لاہور؛ ۲۰۲۰؛ص:۱۲۲

۹۔ عبد اللہ حسین؛"اُداس نسلیں"؛سنگِ میل، لاہور؛ ۲۰۱۸ ؛ص:۲۳۵

۱۰۔ سفیر حیدر؛"عبد اللہ حسین کا تصورِ انسان"؛مشمولہ، تحقیق نامہ؛ جی سی یونیورسٹی لاہور؛شمارہ، ۲۰۱۳ء جنوری تا جون

۱۱۔ ڈیوڈ کارٹن؛"دنیا پر کارپوریشنوں کی حکمرانی"؛مترجم حمید زمان؛ شرکت گاہ کراچی؛۲۰۰۴؛ص:۳۳

۱۲۔ عائشہ صدیقہ؛"عبد اللہ حسین، تخلیقی سفر کی نصف صدی"؛ مدون احمد سلیم؛ سنگِ میل لاہور؛ ۲۰۰۴ء؛ص: ۳۲۸

۱۳۔ شوپی اگروال،ڈاکٹر؛"بکھرتی دنیا کا مابعد نو آبادیاتی مطالعہ "؛مترجم انوار الحق؛مشمولہ، تناظر؛شمارہ ۲؛ گجرات؛جولائی تا دسمبر؛ص:۹۵

۱۴۔ ایڈورڈ سعید؛"شرق شناسی"؛مترجم محمد عباس؛مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد؛۲۰۱۲؛ص:۴